بیمہ کی حقیقت و شرعی حیثیت

(۵)

از مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲) قسامہ

قسامہ "قسامہ" کی صورت یہ تھی کہ اگر محلہ یا گاؤں میں لاش پائی جاتی اور قاتل کا پتہ نہ چلتا تو منتخب پچاس آدمیوں (جن کے انتخاب میں مقتول کے ورثاء کی رائے کو دخل ہوتا تھا) کو بلا کر ان سے حلفیہ بیان لیا جاتا کہ ہم نے قتل کیا اور نہ قاتل کو ہم جانتے ہیں اس طرح اگر قاتل کا پتہ چل جاتا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ورنہ محلہ یا گاؤں کے تمام لوگوں سے حصہ رسد مقتول کی دیت وصول کی جاتی جس کی شکل اجتماعی جرمانہ کی ہوتی تھی چنانچہ سرخسی کہتے ہیں:

"قسامہ" کا مقصد یہ ہے کہ اس طریق سے قاتل کا پتہ چل جائے اور اہل محلہ حفاظت کے معاملہ میں اپنی ذمہ داری محسوس کریں گویا یہ حادثہ ان کی کوتاہی سے پیش آیا ہے کیونکہ لوگوں کی حفاظت اور غنڈوں کی نگرانی ان کے ذمہ تھی[۱]۔"

[۱] المبسوط ج ۲۶ ص ۱۰۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے پیش نظر اس کو برقرار رکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القسامۃ علی ما کانت فی الجاھلیۃ ی بہا رسول اللہ بین ناس من نصار فی قتیل ادعوہ علی الیھود[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قسامۃ" کو اسی طرح برقرار رکھا جس طرح زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا چنانچہ انصاریوں نے ایک مقتول کے بارے میں جب یہودیوں پر دعویٰ کیا تو رسول اللہ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا۔

(۳) عقد موالاۃ

مولاۃ — عقد موالاۃ میں دو شخص آپس میں معاہدہ کرتے کہ خطرات و حادثات (دیت کی نگی و دیگر نقصان کی تلافی) میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مرنے کے بعد وراثت ستحق ہوں گے۔

زمانۂ جاہلیت کی اس صورت کو رسول اللہ نے نومسلموں میں رائج کیا تھا یعنی جو شخص ں کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا وہ زندگی اور موت میں عقد موالاۃ کے ذریعہ اس کا مددگار رہوتا جیسا کہ تمیم دارمی کہتے ہیں:

الت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ت الرجل یسلم علی یدی الرجل ما سنۃ فیہ قال ھو اولی الناس بمحیاہ مماتہ وایدہ ھذا قولہ تعالی والذین عقدت یمانکم فاتوھم نصیبھم[2]

میں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلے اس کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا وہی زندگی و موت میں اس کا مددگار ہے پھر رسول اللہ نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی والذین عقدت الخ (اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا ہے ان کو ان کا حصہ دو)

---

[1] مسلم

[2] المبسوط ج ۸ ص ۹۱

یہ صورت وقتی تھی ۔ عقد موالاۃ کی اصل شکل میں اسلام کی قید نہ تھی ۔ چنانچہ سرخسی کہتے ہیں :

والاسلام علی یدیہ لیس بشرط لعقد الموالاۃ وانما ذکرہ علی سبیل العادۃ[1]

عقد موالاۃ میں کسی کے ہاتھ پر اسلام شرط نہیں حدیث میں اس کا ذکر عادت کی بنا پر ہے ۔

(۴) حلف

حلف

حلف کی وہی شکل ہے جو عقد موالاۃ کی مذکور ہو چکی جیسا کہ فقہ میں ہے زمانہ جاہلیت میں لوگ چند طریقوں سے باہمی مدد کرتے تھے ان میں ایک طریقہ حلف یعنی باہمی معاہدہ کے ذریعہ مدد کا تھا۔[2]

(۵) ولار

ولار

"ولار" کا مطلب یہ ہے کہ غلام جس قبیلہ سے آزاد کیا جاتا وہ قبیلہ حادثات وخطرات میں غلام کی مدد کرتا تھا

وعاقلۃ المعتق قبیلۃ مولاہ لان النصرۃ بہم ویوید ذلک قولہ علیہ السلام مولی القوم منہم[3]

آزاد شدہ غلام کا عاقلہ اس کے آزاد کرنے والے آقا کا قبیلہ ہے کیونکہ وہی اس کی مدد کرتا ہے رسول اللہ کے قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا "قوم کا آزاد شدہ غلام اسی قوم سے سمجھا جائے گا"

(۶) عِد

عِد

"عِدّ" کے معنی کسی گروہ میں شامل ہو جانا جیسا کہ کلام عرب میں کہا جاتا ہے :

---

[1] المبسوط ج ۸ ص ۹۱ [2] ایضاً

[3] ہدایہ ج ۴ کتاب المعاقل

فلان عدید بنی فلان ان یعد منهم[1] — فلاں شخص بنو فلان کا عدید ہے یعنی ان میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں مختلف قسم کے گروہ تھے جن میں شامل ہونے کے بعد حادثات وخطرات میں مدد کی ذمہ داری لی جاتی تھی۔

وقد کانت (النصرة) بانواع بالقرابة والحلف والولاء والعد[2] — مدد کے چند ذریعہ تھے قرابت، حلف، ولاء اور عد۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خطرات وحادثات میں مدد وضمانت حاصل کرنے کی مختلف شکلیں اور چھوٹی بڑی کئی تنظیمیں رائج تھیں جن میں شہری ودیہاتی، مسلم وغیر مسلم سب برابر تھے لیکن دفاتر کا ترقی یافتہ نظام قائم ہونے کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کو حاصل ہوئی۔

والحاصل ان الاستنصار بالدیوان اظهر فلا یظهر معه حکم النصرة بالقرابة والنسب والولاء وقرب السکنی وغیره[3] — حاصل یہ کہ دفاتر کے ذریعہ مدد حاصل کرنا زیادہ ظاہر تھا اس کی موجودگی میں دوسرے ذرائع قرابت، نسب، ولاء، گھر کا قرب وغیرہ سے مدد حاصل کرنا ظاہر نہ تھا۔

اور اگر اتفاق سے کوئی شخص نہ دفتری نظام میں منسلک ہوتا اور نہ اس کی کسی قرابت کا علم ہوتا تو پوری جماعت (یا حکومت) اس کی مدد کی ذمہ دار ہوتی تھی۔

متی لم یکن للمسلم دیوان ولا قرابة بان کان لقیطا فجماعة المسلمین — اگر کسی مسلمان کا دفتر میں نام نہ درج ہو اور نہ کسی سے اس کی قرابت معلوم ہو مثلاً کوئی بچہ پڑا ہوا پایا

---

[1] ہدایہ ج ۴ کتاب المعاقل

[2] ایضاً حاشیہ ص ۶۲۰ [3] ایضاً

اھل نصرت[۱] | گیا اور وہ جوان ہوا تو ایسی صورت میں پوری جماعت اس کی مددگاروں میں شمار ہوگی۔

ان اغراض کو حاصل کرنے کے لئے الٰہی شریعت کے وسیع انتظامات | بیمہ کے مذکورہ اغراض حاصل کرنے کے لئے الٰہی شریعت نے وسیع پیمانہ پر دو قسم کے انتظامات کئے ہیں۔

(۱) حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا۔

(۲) تنظیمات قائم کرنے کا حکم دیا۔

حکومت کی ذمہ داری سے متعلق چند تصریحات | (۱) حکومت کی ذمہ داری سمجھنے کے لئے درج ذیل تصریحات خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من ولاہ اللہ عزوجل شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتہم وخلتہم وفقرہم احتجب اللہ تعالیٰ عنہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ[۲] | جس کو اللہ بزرگ و برتر نے حاکم بنایا اور وہ لوگوں کی ضروریات اور احتیاج سے بے پرواہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور احتیاج سے بے نیاز ہو جائے گا۔

دوسری جگہ آپ نے فرمایا

ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنۃ[۳] | جس بندہ کو اللہ نے حکمران بنایا اور اس نے رعایا کے ساتھ خیرخواہی برتنے میں کوتاہی کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

۱؎ ہدایہ ج ۴ کتاب المعاقل حاشیہ ص ۶۳۳

۲؎ ابوداؤد کتاب الخراج والفیئ والامارۃ

۳؎ بخاری کتاب الاحکام باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح

ایک مثال کے ذریعہ حضرت عمرؓ کی وضاحت

حضرت عمرؓ نے حکومت و عوام کا تعلق ایک مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھایا ہے۔

انما مثلنا كمثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتهم الى رجل منهم فقالوا له انفق علينا فهل له ان يستاثر عليهم بشيء قال لا[1]

ہماری (حکومت) مثال اور قوم (رعایا) کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے سفر کیا اور اپنے اخراجات کی رقم اپنے میں سے کسی کے یہ کہہ کر حوالہ کر دیا کہ ہمارے اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں ان کے ساتھ کس قسم کا ترجیحی سلوک روا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایک موقع پر آپ نے اعلان کیا کہ

ومن اراد ان يسأل عن المال فليأتني فان الله جعلني خازنا وقاسما[2]

جو مال کا ضرورت مند ہو وہ میرے پاس آئے اللہ نے مجھ کو خازن اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

فتح قادسیہ کے بعد حضرت عمرؓ کا بیان

قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے حکومت کی ذمہ داری آپ نے اس طرح بیان کی:

"جب تک لوگوں میں اس قدر وسعت ہے کہ اُن کے مال کے ذریعہ ایک دوسرے کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے مجھے تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کی فکر ہے اور جب یہ وسعت نہ ہوگی تو ہم زندگی میں تنگی کریں گے یہاں تک کہ کفاف (بقدر حاجت) میں ہم سب برابر ہو جائیں۔ کاش تم جان سکتے کہ مجھے تمہارا کس قدر خیال ہے؟ اس کو میں اپنے عمل کے ذریعہ ہی سمجھا سکتا ہوں۔ خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنا رکھوں بلکہ اللہ کا غلام ہوں بس حکمرانی کی امانت میرے سپرد ہے اگر میں اس کو امانت سمجھ کر

لہ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ٢ہ ایضاً

تمہیں واپس کر دوں اور خدمت کے لئے تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھاؤ پیو تو میں اس کے (حکمرانی) ذریعہ فلاح پاؤں گا اور اگر میں اس کو ذاتی ملکیت سمجھوں اور (مطالبہ حقوق کے لئے) اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور گھر آنے پر مجبور کروں تو میرا انجام خراب ہو جائے گا۔[1]

حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول خلافت کی تعریف

حضرت سلمان فارسیؓ نے خلافت کی یہ تعریف کی ہے جس سے اس کی ذمہ داری واضح ہوتی ہے۔

ان الخلیفۃ ھو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیۃ شفقۃ الرجل علی اھلہ[2]	خلیفہ وہ ہے جو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا پر ایسی شفقت کرے جیسی کہ وہ اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو حکومت کی ذمہ داری محسوس کرکے رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو گئی اس منظر کو دیکھ کر ان کی بیوی فاطمہ نے رونے کا سبب پوچھا کہ

احدث شیئ ؟	کیا کوئی نئی بات پیش آگئی ہے

خلافت کے بعد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے تاثرات

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے جواب میں فرمایا

انی تقلدت امر امۃ محمد فتفکرت فی الفقیر الجائع والمریض الضائع والغازی والمظلوم المقھور والغریب الاسیر والشیخ الکبیر وذی العیال الکثیر والمال القلیل واشباھھم	میں نے پوری امت کی ذمہ داری لی ہے اس میں ہر قسم کے لوگ ہیں مثلاً بھوکے فقیر، بے سہارا مریض، بے سروسامان مجاہد، بے بس مظلوم، غریب قیدی، نہایت بوڑھے، کثیر العیال جن کے پاس مال کم ہے اسی طرح مختلف علاقوں کے

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۴۶   [2] کتاب الاموال ابو عبید صفحہ ۶

فی اقطار الارض ان ربی سیسائلنی عنھم یوم القیمۃ وان خصمی دونھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ فخشیت ان لا تثبت حجتی عند الخصومۃ فرحمت نفسی فبکیت[1]۔

کے رہنے والے دوسرے ضرورتمند ـــــ قیامت کے دن ان سب کے بارے میں مجھ سے باز پرس ہوگی اور ان کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے اللہ کے رسولؐ ہوں گے مجھے اندیشہ ہے کہ میں جرح میں ٹوٹ جاؤں گا اس لیئے اپنی جان پر ترس کھاکر رو رہا ہوں۔

الٰہی شریعت میں ..... ماجی تحفظات کے تحت حکومت دو قسم کے انتظام کی ذمہ دار ہے۔

(الف) وہ جس سے قوم کی ضرورتیں پوری ہوں

(ب) وہ جس سے قوم معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو۔

الٰہی شریعت میں حکومت ایسے انتظام کی ذمہ دار ہے جس سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں

(الف) ضرورتوں میں بنیادی وغیر بنیادی سب شامل ہیں مثلاً غذا، لباس، مکان، علاج، تعلیم، اہل و عیال کی کفالت، قرض کی ادائیگی، شادی اور خادم وغیرہ۔ چنانچہ عمومی حیثیت سے مذکورہ ضرورتوں کا تذکرہ ان روایتوں میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ "حمیر" کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خط میں لکھا:

انی اٰمرکم یا حمیر خیرًا فلا تخونوا ولا تحادوا ان رسول اللہ مولیٰ غنیکم وفقیرکم[2]

اے حمیر میں تمہیں بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ خیانت نہ کرو۔ مخالفت نہ کرو۔ بیشک اللہ کا رسول (بحیثیت سربراہ حکومت) مالدار اور فقیر سب کا سرپرست ہے۔

دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

---

[1] تاریخ الکامل ج ۵ ص ۲۴ وکتاب الخراج ص ۱

[2] کتاب الاموال ص ۲۰۲ ابو عبیدؒ

السلطان ولی من لا ولی لہ[1] — بادشاہ (حکومت) اس کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔

ایک اور جگہ فرمایا:

اللہ ورسولہ مولی من لا مولیٰ لہ[2] — اللہ ورسولؐ (حکومت) اس کے سرپرست ہیں جس کا کوئی سرپرست نہیں۔

حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو حکومتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اوپر کی حدیث کا حوالہ دیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی روایتوں میں مذکورہ تمام ضرورتوں کی سرپرستی مراد ہے نہ کہ صرف شادی کی سرپرستی۔[3]

اسی طرح ایک موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا:

ایہا الناس ان اللہ قد کلفنی ان اصرف عنہ الدعاء[4] — اے لوگو۔ اللہ نے مجھے اس بات کا مکلف کیا ہے کہ اس سے کی جانے والی دعا کو رد کروں۔

عزالدین عبدالعزیز (مشہور شافعی فقیہ) کہتے ہیں:

دعا رد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اللہ سے ان کو انصاف طلب کرنے کی حاجت نہ رہے اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کرے اللہ سے مانگنے کی نوبت نہ آنے دے۔[5]

پھر اس کے بعد ہے:

---

[1] ترمذی ابواب الفرائض باب ما جاء فی میراث المال [2] ابوداؤد کتاب النکاح باب الولی

[3] ترمذی ابواب الفرائض [4] قواعد الاحکام لمصالح الانام ج ۱ صـ ۱۴۷

[5] ایضاً

فما افصح ھذہ الکلمۃ وما اجمعھا لمعظم حقوق المسلمین[1]

حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ کس قدر فصیح اور حقوق کے کس قدر جامع ہیں ؟

خصوصی حیثیت سے مذکورہ ضرورتوں کا تذکرہ ان روایتوں میں ہے :

غذا، لباس اور مکان کا ذکر — غذا، لباس اور مکان کا ذکر

لیس لابن آدم حق فی سوی ھذہ الخصال بیت یسکنہ وثوب یواری بہ عورتہ وجلف الخبز والماء[2]

تین چیزوں کے علاوہ اور کسی میں انسان کا کوئی حق نہیں (۱) رہنے کیلئے گھر (۲) تن ڈھکنے کیلئے کپڑا اور (۳) پانی اور روٹی کا ٹکڑا

ابن قیمؒ کہتے ہیں :

غذا، لباس وغیرہ کا تعلق مصالح عامہ سے ہے جن میں کسی کا خاص حق نہیں بلکہ سب اُن میں شریک ہیں[3] ۔

علاج و تعلیم کا ذکر — علاج و تعلیم کا ذکر

لو ترکت عنز جرباء الی جانب ساقیۃ لم تدھن لخشیت ان اسال عنھا یوم القیمۃ[4]

(حضرت عمرؓ کا قول) اگر نہر کے کنارے خارشی بکری اس حال میں چھوڑ دی جائے کہ اس پر (بطور علاج) تیل کی مالش نہ ہو تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمرؓ سے اس کی باز پرس ہو گی ۔

انسان کا معاملہ جانور سے زیادہ اہم اور اس کو چھوڑ دینے میں باز پرس کا زیادہ اندیشہ ہے جو حکومت جانور کے علاج میں اس قدر ذمہ داری محسوس کرتی ہے وہ انسانوں کے علاج میں کس قدر ذمہ دار ہو گی ؟

---

[1] قواعد الاحکام لمصالح الانام ج ۱ ص ۱۴۲ [2] ترمذی

[3] الطرق الحکمیہ ص ۲۶۲ ابن قیم [4] التبر المسبوک حاشیہ سراج الملوک ص ۱۳ غزالی

تعلیم کے سلسلہ میں مختلف انتظام کا ثبوت ہے مثلاً

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعیدؓ بن العاص کو لکھنا سکھانے کے لئے مقرر کیا[1]۔

〃 〃 زید بن ثابت کو یہودیوں کی سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا[2]۔

〃 〃 دیہاتی علاقوں میں تعلیم کے لئے مختلف صحابہؓ کو بھیجا[3]۔

حضرت عمرؓ نے مدرسہ قائم کرکے پندرہ درہم ماہوار پر معلم مقرر کئے[4]۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیہاتی علاقوں میں معلم مقرر کئے وغیرہ[5]۔

ابوعبیدؒ نے باب "الفرض علی تعلیم القرآن والعلم" (قرآن اور علم حاصل کرنے پر وظیفہ مقرر کرنا) کے تحت کئی روایتیں نقل کی ہیں جن سے تحصیل علم کے لئے (اسکالرشپ) جاری کرنے کا ثبوت ملتا ہے[6]۔

اہل وعیال کی کفالت وقرض کی ادائیگی کا ذکر

اہل وعیال کی کفالت وقرض کی ادائیگی کا ذکر

من ترک مالا فلاهله ومن ترک ضیاعا فالیّ[7]	جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے گھر والوں کے لئے ہے اور جس کو بے سہارا چھوڑا وہ میرے (رسول اللہ بحیثیت سربراہ حکومت) ذمہ ہے

ترمذی نے "ترک ضیاعا" کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

ضائعا لیس له شیئ[8]	اس حال میں چھوڑا کہ اس کے پاس کچھ نہیں

اور "الیّ" کے یہ معنی ہیں

انا اعوله وانفق علیه[9]	میں اس کی کفالت کروں گا اور اس پر خرچ کروں گا۔

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۳۹۳ [2] ابوداؤد کتاب العلم باب روایت حدیث اہل الکتاب [3] بخاری کتاب المغازی [4] کنز العمال ج ۲ [5] کنز العمال ج ا ص ۲۱۷ [6] کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۲۶۱ [7] ترمذی ابواب الفرائض [8] ایضاً [9] ایضاً

دوسری روایت ہے

من ترك كلاً فالى الله و رسوله قال فالى الله ورسوله[1]	جس شخص نے بوجھ (ذمہ داری) چھوڑا وہ اللہ کے ذمہ ہے۔ بسا اوقات آپ نے فرمایا کہ اللہ ورسولؐ کے ذمہ ہے

ابوعبیدؒ نے "کل" کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

الكل عندنا كل عيل والذرية منهم[2]	"کل" میں اولاد اور تمام وہ لوگ شامل ہیں جن کی کفالت متوفیٰ کے ذمہ ہے۔

ایک اور جگہ ہے:

انا اولى بالمومنين من انفسهم فمن توفى من المومنين فترك دينا فعلى قضاءه ومن ترك مالا فلورثته[3]	مومنوں سے میرا تعلق ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے جس نے وفات کے بعد قرض چھوڑا اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لئے ہے۔

ایک اور روایت میں "فالی اللہ ورسولہ" (اس کی ادائیگی اللہ ورسول یعنی حکومت کے ذمہ ہے) کے الفاظ ہیں[4]۔

حضرت عمرؓ نے ہر ایک کی معاشی کفالت کے اعلان میں قرض کی ادائیگی کا بھی ذکر کیا تھا چنانچہ

ولا مدیونا الا قضى عنه دينه[5]	ہر مدیون کا دین ادا کیا جائے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے قرض کی ادائیگی کے لئے فرمان جاری کیا تھا جس میں وفات

---

[1] کتاب الاموال لابی عبید الفرض للذریۃ من الفی ص ۲۳۷ [2] ایضاً

[3] بخاری کتاب النفقات باب قول النبیؐ من ترک فلا الخ

[4] کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۲۰ [5] شرع شرعۃ الاسلام سید علی زادہ

کی قید نہیں ہے۔

انظر کل من اُدان فی غیر سعۃ و لا سرف فاقض عنہ[۱] — ہر ادھار لینے والا کا قرض ادا کرو جبکہ وہ وہ صاحب استطاعت اور فضول خرچ نہ ہو

شادی وخادم کا ذکر

ثلاثۃ کلھم حق علی اللہ عونہ الغازی فی سبیل اللہ والمکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید التعفف[۲] — تین قسم کے آدمیوں کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔ (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالا (۲) مکاتب جو کتابت کی رقم ادا کرنا چاہتا ہے (۳) نکاح کرنے والا جس کا مقصد پاکیزہ زندگی گذارنا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ فرمان جاری کیا تھا:

ان انظر کل بکر لیس لہ مال فشاء ان تزوجہ فزوجہ[۳]۔ — ہر جوان جو شادی کرنا چاہے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کی شادی کرادو

حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھکر وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ دایاں ہاتھ جنگ موتہ میں شہید ہوگیا ہے یہ سن کر آپ بہت دیر تک بیٹھے روتے رہے اور مختلف کاموں کے بارے میں پوچھتے رہے کہ تمہارا یہ کام کون کرتا ہے؟ پھر آپ نے اس کو ایک خادم و دوسری ضرورت کا سامان دینے کا حکم دیا۔

فدعا لہ بخادم وامر لہ براحلۃ وطعام وما یصلحہ وما ینبغی لہ[۴] — ایک خادم دیا سواری دینے کا حکم دیا اور ضرورت کے دوسرے سامان دے۔

غرض حکومت ایک خاص نظم کے تحت (جس سے غیر معتدل زندگی کو فروغ نہ ہو) مذکورہ

---

[۱] کتاب الاموال [۲] ابن ماجہ ابواب العتق باب المکاتب

[۳] کتاب الاموال ص ۲۵۱ [۴] کتاب الآثار باب فضائل الصحابۃ حدیث ۸۵۲

ضرورتوں کے انتظام کی ذمہ دار ہے خواہ یہ ضرورتیں خود فراہم کرے یا رکاوٹیں دور کرکے موقع فراہم کر دے۔

(ب) حکومت قوم کو خود کفیل بنانے کی ذمہ دار ہے

خود کفیل ہونے کے لئے موجودہ دور کی دفاعی طاقت برقی قوت، صنعت وحرفت اور ایٹمی توانائی وغیرہ سب کا انتظام ضروری ہے۔ چنانچہ عمومی حیثیت سے ان سب کا تذکرہ قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ [۱]

جس قدر ممکن ہو قوت کے سامان پیدا کرکے اور گھوڑے رکھ کر مقابلہ کے لئے تیار رہو اس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو گے اور ان لوگوں پر بھی جن کی تمھیں خبر نہیں لیکن اللہ انھیں جانتا ہے۔

آیت میں لفظ "قوۃ" عام ہے جس سے ہر دور کے مناسب طاقت کے سامان مراد ہیں موجودہ صنعتی دور میں چونکہ مشینی اوزار، برقی پلانٹ اور اٹامک انرجی وغیرہ کو خصوصی حیثیت حاصل ہے اس بنا پر "قوۃ" کے عموم میں یہ سب چیزیں داخل ہوں گی جیسا کہ آمدی نے کہا ہے:

ان مالا یتم الواجب الا بہ واجب مثلہ [۲]

جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو وہ بھی واجب ہے

ابن تیمیہ نے کہا ہے:

وما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب [۳]

جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو وہ بھی واجب ہے

---

[۱] سورہ انفال رکوع ۸

[۲] اصول الاحکام ج ۱ ص ۱۵۸

[۳] الجوامع فی السیاست الالٰہیہ

تنظیمات کے بارے میں حکومت کے اختیارات وسیع ہیں مذکورہ دونوں قسم کے انتظام کے لئے حکومت کو اختیار ہے کہ جدید تنظیم قائم کرے یا موجودہ تنظیم سے کام لے نیز اپنی ماتحتی میں تنظیم قائم کرے یا لوگوں کو آزادانہ قائم کرنے کا حکم دے لیکن دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مقابلۃً مفید تر ہو کہ اس کے بغیر بقار کا جواز نہیں مہیا ہوسکتا۔

(۲) نفع ونقصان کا مدار اخلاقی ہو کہ اس کے بغیر مفاسد کا دروازہ نہیں بند ہوسکتا۔

تنظیم مقابلۃً مفید ترہو قرآن حکیم میں مقابلۃً مفید تر کا ثبوت درج ذیل ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ[۱] بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

"عدل واحسان" نہایت وسیع اور جامع لفظ ہیں ان کے ذریعہ حالات وزمانہ کی رعایت سے مفید تر کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے[۲]۔

دوسری جگہ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[۳] اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو محض اس لئے بھیجا کہ رحمت عامہ کا ظہور ہو۔

"رحمت عامہ" میں حالات وزمانہ کی رعایت سے "مفید تر" بھی داخل ہے کیونکہ اگر صرف صراحۃً ذکر کئے ہوئے طریق کار پر اکتفا کیا گیا تو لوگ تنگی میں مبتلا رہوں گے جس سے رحمت کے منافی بات لازم آئے گی[۴]۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں:

ان مقصودہ اقامۃ العدل بین عبادہ شریعت کا مقصود بندوں کے درمیان عدل کا قیام

---

[۱] سورۂ نحل رکوع ۱۳ [۲] تعلیل الاحکام صـ۲۸۷

[۳] سورۂ انبیار رکوع ۷ [۴] تعلیل الاحکام صـ۲۸۷

وقیام الناس بالقسط فای طریق استخرج بہا العدل والقسط فہی من الدین لیست مخالفۃ لہ[1]

ہے جس طرح بھی عدل قائم کیا جائے وہی دین ہوگا اس کو دین کے خلاف نہ کہا جائے گا۔

دوسری جگہ ہے:

فاذا ظہرت امارات الحق واد لتہ بای طریق فذلک من شرع دینہ ورضاہ وامرہ[2]

جب حق کی علامتیں اور دلیلیں ظاہر ہوں تو جس طریق سے بھی ہوں وہ شرع اور دین ہوگا اس میں اللہ کی رضاء اور اس کا حکم ہوگا

• قرآن حکیم کی اس آیت میں نفع ونقصان کے مدار کا ثبوت ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا[3]۔

وہ تم سے شراب اور جوا کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہدیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں لیکن گناہ فائدہ سے بڑھ کر ہے۔

نفع ونقصان کا مدار اخلاقی ہو

کلام عرب میں "اثم" اخلاقی وروحانی نقصان اور "ضرر" مادی وجسمانی نقصان کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ آیت میں "ضرر" کے بجائے لفظ "اثم" لانے سے ظاہر ہے کہ جواز وعدم جواز یا حلال وحرام کے لئے مدار اخلاقی وروحانی نقصان ہے نہ کہ مادی وجسمانی نقصان۔

حکومت کی ماتحتی میں تنظیم ہو

حکومت کی ماتحتی میں تنظیم کا ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بحیثیت سربراہ حکومت) حضرت بلال رض کی سرکردگی میں کفالت کا انتظام

---

[1] الطرق الحکمیہ صد ۱۳
[2] اعلام الموقعین ج ۳ صد ۱۲
[3] سورۂ بقرہ رکوع ۲۷

کیا تھا جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں :

ما کان لہ شیئ الا انا الذی کنت الی ذلک منہ منذ بعثہ اللّٰہ الی ان توفی فکان اذا اتاہ الانسان المسلم فراٰہ عاریا یامرنی فانطلق فاستقرض فاشتری البردۃ والشیٔ فاکسوہ واطعمہ[۱]	آپ کی بعثت سے وفات تک میں اس کا منتظم رہا جب آپ کے پاس کوئی مسلمان ننگا (وحاجتمند) آتا (اور گنجائش نہ ہوتی) تو آپ قرض لے کر اس کے کھانے کپڑے کے انتظام کرنے کا مجھے حکم دیتے تھے۔

حضرت بلالؓ کو لوگوں کی کفالت میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کا حکم تھا

انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالاً[۲]	بلال اللہ پر بھروسہ کرکے خرچ کرو اور تنگدستی سے نہ ڈرو۔

غلاموں کے اخراجات میں اگر کوئی شخص تنگی کرتا تو ان کی کفالت بھی اس "انتظام" سے کی جاتی تھی چنانچہ مروان بن قیس اپنے دو غلاموں کے خرچ میں بخل سے کام لیتا تھا جب ان دونوں نے رسول اللہ سے شکایت کی تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا :

ان یقوم بنفقتھما[۳]	ان دونوں کے خرچ کا انتظام کرو

حضرت عمرؓ نے سرکاری سطح پر کفالت کا خاص نظم قائم کیا تھا چنانچہ حکم تھا کہ "مملکت میں ہر تنگدست کو دیا جائے۔ ہر مدیون کا دین ادا کیا جائے۔ ہر کمزور کی مدد کی جائے ہر ظالم کو ظلم سے روکا جائے ہر ننگے کو کپڑا پہنایا جائے وغیرہ"[۴]

(باقی)

---

[۱] السنن الکبریٰ کتاب الوکالۃ باب التوکیل فی المال وطلب الحقوق والتراتیب الاداریہ ج ۲

[۲] الاشراف لابن المنذر او التراتیب الاداریہ ج ۱ ص ۴۴۲

[۳] الاصابہ ج ۳ مروان بن قیس [۴] شرح شرعۃ الاسلام سید علی زادہ